بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

31203 — 199 — 4/6 — [illegible]

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ — تاریخ 09-05-2013

کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیان کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ

میں مسمی شاہ فیصل ولد سبز علی مضافات گلشن بونیر قریب نیو مظفر آباد کالونی لانڈھی

نے اپنی بیوی کو تحریری طلاق دیا ہے 29-08-2012 کو طلاق لکھتے وقت میرا نیت ایک طلاق

کا تھا۔ طلاق میں نے جس مجبوری کے عالم (کیفیت) میں دیا تھا وہ درجہ ذیل ہیں

میں نے پسند کی شادی کی تھی جو کہ میرے ابو کو پسند نہیں تھی میرے ابو نے اپنے بھائی کی

بیٹی سے زبانی میرا رشتہ طے کیا تھا میرے ابو نے بولا کہ اگر تم نے اپنی بیوی کو طلاق

نہیں دیا تو میں تمھیں نہیں بخشونگا اور میں خود کو مار دونگا۔ ابو نے بولا کہ میرے طلاق

نہ دینے سے ہمارے بیچ (درمیان) دشمنی شروع ہو جائے گی۔ میں پریشانی کے عالم میں

مفتی محمد حنیف صاحب جو ہمارے قریب رہتے تھے اس کے پاس گیا اُس نے مکمل بات سننے کے بعد

مجھ سے کہا کہ اگر تو چاہتا ہے کہ تیری بیوی بھی تیرے نکاح میں رہے اور تیرا ابو بھی سلامت رہے

تو پھر اپنی بیوی کو طلاق دو اور لکھتے وقت ایک طلاق کی نیت کرنا۔ میں نے اس ملا کو بولا کہ

میری بیوی گاؤں میں ہے میں ایک طلاق دیکر پھر رجوع نہیں کر پاؤنگا۔ اس نے بولا قولی

رجوع کر لینا۔ پھر میں نے اپنی بیوی کو فون پر بتایا کہ میں نے مفتی صاحب سے مشورہ کر لیا۔

اور اس نے یہ راستہ بتایا ہے کہ ایک طلاق دو اور پھر قولی رجوع ایک دو دن کے اندر کر لینا۔

اسطرح تمھارے خاندان فساد اور شر سے بھی بچ جائیگی اور تیرے بیوی کا نکاح بھی تیرے ساتھ نہیں

ٹوٹیگا۔ اگر میں اپنی بیوی کا تحریری طلاق نہیں لکھتا تو یقیناً میرا ابو خود کو گولی مارتا۔

اسطرح مجبور ہو کر میں نے طلاق نامہ تحریر کیا اور دل میں ایک طلاق تصور کیا تھا۔

اور پھر اُسی دن میں نے اپنی بیوی کو قولی رجوع دو گواہان کے سامنے کیا اور اُس

نے قبول بھی کر لیا۔ جب طلاق نامہ کی تحریر اس کے گھر پہنچی تو اُس نے اپنے گھر والوں

کو سارا ماجرہ بیان کیا اور کہا کہ میرا شوہر اپنے ابو کو راضی کر کے میرے کو لینے آئیگا۔

گاؤں میں ہماری دشمنی تھی۔ اور اُس کے بھائی سے بھی میری جان کو خطرہ تھا۔ اب جبکہ

صلح ہو گیا میرا ابو بھی راضی ہو گیا تو میں اپنی بیوی کو گاؤں سے لانے جا رہا تھا تو لوگوں

یعنی رشتداروں نے کہا کہ تو نے اگر ایک طلاق بھی دیا ہو تو اب تو مہینے کے بعد وہ تجھ پر حرام ہے۔

گاؤں مردان اور کراچی کی دوری اور جان جانے کے ڈر سے میں فعلی رجوع سے قاصر رہا بحالت مجبوری قولی

رجوع مقبول ہے۔ براہ کرم از روئے شریعت صحیح مسئلہ مدلل فرما کر ماجور ہونگے۔ زبانی کوئی

طلاق نہیں دی۔

اللہ تعالیٰ آپکو جزائے خیر عطا فرمائیں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب حامداً ومصلیاً

سوال میں ذکر کردہ تفصیل اگر واقعۃً درست ہے کہ آپ کے والد نے آپ کو طلاق دینے پر مجبور کیا اور آپ کے بیوی کو طلاق نہ دینے کی صورت میں واقعۃً اُس نے خود کو مارنیکی دھمکی دی اور آپ کو یقین یا غالب گمان تھا کہ اگر آپ ایسا نہ کرتے وہ خود کو مارنے کی کوشش کرتے تو تو یہ صورت اکراہ کی ہے، اور اکراہ کی حالت میں تحریری طور پر طلاق دینے سے طلاق واقع نہیں ہوتی، لہٰذا ایسی صورت میں منسلکہ طلاق نامہ کی رو سے آپ کی بیوی پر طلاق واقع نہیں ہوئی، اور اگر ایسی صورتحال نہیں تھی بلکہ والد کا محض دباؤ تھا اور اس دباؤ کی بناء پر آپ نے طلاق دی ہے تو منسلکہ طلاق نامہ میں ذکر کردہ الفاظ ''میں اُسے طلاق دیتا ہوں اور اپنے حق سے اُسے آزاد کرتا ہوں'' کی رُو سے آپ کی بیوی پر ایک طلاقِ بائن واقع ہوگئی ہے، کیونکہ ''اپنے حق سے اُسے آزاد کرتا ہوں'' کے الفاظ کی وجہ سے شدّت پیدا ہونے کی وجہ سے طلاقِ رجعی طلاقِ بائن ہوگئی ہے، لہٰذا اس میں رجوع نہیں ہوسکتا، البتہ دونوں کی باہمی رضامندی سے دوبارہ نکاح نئے مہر کے ساتھ ہوسکتا ہے اور آئندہ کیلئے آپ کو صرف دو طلاقوں کا اختیار رہے گا، اس لئے آئندہ طلاق کے معاملہ میں بہت احتیاط ضروری ہوگی۔ (ماخذہٗ: تبویب: ۱۴۸۰/۶۰)

دار الافتاء

في الشاميه:(۱۳۰/٦): (قوله: أو حبس) أي حبس نفسه قال الزيلعي: والإكراه بحبس الوالدين أو الأولاد لا يعد إكراها لأنه ليس بملجئ ولا يعدم الرضا بخلاف حبس نفسه اهـ لكن في الشرنبلالية عن المبسوط: أنه قياس وفي الاستحسان حبس الأب إكراه وذكر الطوري أن المعتمد أنه لا فرق بين حبس الوالدين والولد في وجه الاستحسان زاد القهستاني: أو غيرهم: من ذوي رحم محرم وعزاه للمبسوط۔

وفيه ايضاً:(۱۳۹/٦): وشرطه أربعة أمور: قدرة المكره على إيقاع ما هدد به سلطانا أو لصا أو نحوه و الثاني خوف المكره بالفتح إيقاعه أي إيقاع ما هدد به في الحال بغلبة ظنه ليصير ملجأ و الثالث: كون الشيء المكره به متلفا نفسا أو عضوا أو موجبا غما يعدم الرضا وهذا أدنى مراتبه وهو يختلف باختلاف الأشخاص فإن الأشراف يغمون بكلام خشن والأراذل ربما لا يغمون إلا بالضرب المبرح ابن كمال و الرابع: كون المكره ممتنعا عما أكره عليه قبله إما لحقه كبيع ماله أو لحق شخص آخر كإتلاف مال الغير أو لحق الشرع كشرب الخمر والزنا۔

في البحرالرائق:(٨١/٨): والاكراه بحبس الوالدين والأولاد لا يعد إكراها؛ لأنه ليس بإكراه ولا يعدم الرضا بخلاف حبس نفسه وفي المحيط ولو أكره بحبس ابنه أو عبده على أن يبيع عبده أو يهبه ففعل فهو إكراه استحسانا وكذا في الإقرار ووجهه أن الإنسان يتضرر بحبس ابنه أو عبده ألا ترى أنه لا يؤثر حبس نفسه على حبس ولده فإن قلت بهذا في الأول قلنا لا فرق بين الوالدين والولد في وجه الاستحسان وهو المعتمد ـ

في المبسوط:(١٤٣/٢٤):فالإنسان لا يكون راضيا عادة بقتل أبيه أو ابنه ثم هذا يلحق الهم والحزن به فيكون بمنزلة الإكراه بالحبس............فكذلك الإكراه بقتل ابنه وكذلك التهديد بقتل ذي رحم محرم؛ لأن القرابة المتأيدة بالمحرمية بمنزلة الولادة في حكم الإحياء............وفي الاستحسان ذلك إكراه كله ولا ينفذ شيء من هذه التصرفات؛ لأن حبس ابنه يلحق به من الحزن ما يلحق به حبس نفسه أو أكثر فالولد إذا كان بارا يسعى في تخليص أبيه من السجن وإن كان يعلم أنه يحبس وربما يدخل السجن مختارا ويحبس مكان أبيه ليخرج أبوه فكما أن التهديد بالحبس في حقه يعدم تمام الرضا فكذلك التهديد بحبس أبيه....والله سبحانه وتعالى اعلم

محمد طاہر غفرلہ
محمد طاہر غفرلہ
دارالافتاء جامعہ دارالعلوم کراچی
١١ رجب المرجب ١٤٣٤ھ
٢٢ مئی ٢٠١٣ء

الجواب صحیح
بندہ محمود اشرف غفراللہ
مفتی جامعہ دارالعلوم کراچی
١٣/٧/١٤٣٤ھ

دار الافتاء

مفتی